Version No.			

ROLL NUMBER						

FEDERAL BOARD OF INTERMEDIATE AND SECONDARY EDUCATION ISLAMABAD

Answer Sheet No.____________

Sign. of Candidate ___________

Sign. of Invigilator ___________

اردو(لازمی) برائے جماعت دہم (3rd Set Solution)

ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006ء)

حصہ اوّل (کل نمبر: 15، وقت: 20 منٹ)

حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات اسی صفحہ پر دے کر ناظم مرکز کے حوالے کریں۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ **لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔**

سوال نمبر 1: ہر جزو کے سامنے دیے گئے درست دائرہ کو پر کریں۔

(1) جس نظم میں ٹیپ کا مصرعہ ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

(A) پابند نظم ◯ (B) آزاد نظم ◯
(C) ترکیب بند ◯ (D) ترجیع بند ◯

(2) ایسی نظم جس میں شہر کی تباہی و بربادی کو موضوع بنایا گیا ہو کیا کہلاتی ہے؟

(A) مرثیہ ◯ (B) نوحہ ◯
(C) شہر آشوب ◯ (D) واسوخت ◯

(3) "حمید بہت چالاک ہے"۔ قواعد کی رو سے یہ کون سا جملہ ہے؟

(A) جملہ معترضہ ◯ (B) جملہ اسمیہ ◯
(C) جملہ فعلیہ ◯ (D) مرکب جملہ ◯

(4) کسی شخص کا حلیہ، خدوخال اور ذاتی احوال بیان کرنا، کس تحریر کے اہم حصے شمار کیے جاتے ہیں؟

(A) انشائیہ ◯ (B) خاکہ ◯
(C) داستان ◯ (D) ناول ◯

(5) ذیل میں کون سا مصرع صنعت تلمیح کی مثال ہے؟

(A) سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھ ◯ (B) ایک روشن دماغ تھا نہ رہا ◯
(C) خوف ہم کو نہیں جنوں سے کچھ ◯ (D) ہم کو ہر دور کی گردش نے سلامی دی ہے ◯

(6) "خرگوش کی کھال ریشم جیسی ملائم ہے۔" یہ جملہ علم بیان کی رو سے کس کی مثال ہے؟

(A) کنایہ ◯ (B) مجاز مرسل ◯
(C) تشبیہ ◯ (D) استعارہ ◯

(7) غزل کے سب سے بہترین شعر کو کہتے ہیں:

(A) حسن مطلع ◯ (B) مطلع ثانی ◯

(C) بیت الغزل ◯ (D) مقطع ◯

(8) "طاہرہ ذہین لڑکی ہے"۔ اس جملے میں مسند کیا ہے؟

(A) طاہرہ ◯ (B) ذہین ◯

(C) لڑکی ◯ (D) ہے ◯

(9) ترکیب نحوی میں جملہ فعلیہ کے اجزا کی ترتیب کون سی ہوتی ہے؟

(A) فعل، فاعل، مفعول، متعلق فعل ◯ (B) فاعل، مفعول، فعل، متعلق فعل ◯

(C) متعلق فعل، فاعل، مفعول، فعل ◯ (D) مفعول، فاعل، متعلق فعل، فعل ◯

(10) "طبیعت پر گراں نہ گزرے تو کواڑ کھول دیں" قواعد کی رو سے یہ جملہ کس انداز بیاں کی مثال ہے؟

(A) دفتری ◯ (B) ادبی ◯

(C) عدالتی ◯ (D) صحافتی ◯

(11) وہ غزل جس میں ردیف نہ ہو کیا کہلاتی ہے؟

(A) بیت الغزل ◯ (B) مسلسل غزل ◯

(C) غیر مردّف ◯ (D) قطعہ بند ◯

(12) "بازار میں ہجوم تھا" اس جملے میں قواعد کی رو سے خبر" کس لفظ کو کہیں گے؟

(A) بازار ◯ (B) میں ◯

(C) ہجوم ◯ (D) تھا ◯

(13) خلاصہ اصل عبارت کا کتنا حصّہ ہوتا ہے؟

(A) ایک تہائی حصہ ◯ (B) دو تہائی حصہ ◯

(C) چوتھائی حصہ ◯ (D) دوگنا ◯

(14) ہر شعر میں کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

(A) دو ◯ (B) تین ◯

(C) چار ◯ (D) پانچ ◯

(15) "چائے چولہے پر رکھ دو" اس جملے میں مجاز مرسل کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

(A) سبب کہ کر نتیجہ مراد لینا ◯ (B) مسبب کہ کر سبب مراد لینا ◯

(C) ظرف کہ کر مظروف مراد لینا ◯ (D) مظروف کہ کر ظرف مراد لینا ◯

درست جوابات:

(1)	D	(2)	C	(3)	B
(4)	B	(5)	A	(6)	C
(7)	C	(8)	B	(9)	A
(10)	B	(11)	C	(12)	C
(13)	A	(14)	A	(15)	D

فیڈرل بورڈ امتحان برائے جماعت دہم

اردو (لازمی) ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006)

وقت: 2:40 گھنٹے

کل نمبر: 60

نوٹ: حصہ دوم اور سوم میں دیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر 30)

سوال نمبر 2: (الف) حصہ نثر:

عبارت کو غور سے پڑھیں اور نیچے دیے گئے سوالات میں سے سات کے جوابات اپنے الفاظ میں لکھیں: (7 x 2 = 14)

برخوردار میر نصیر الدین پر ان کی بیٹی کا قدم مبارک ہو۔ نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا، ہاں عظیم النسا بیگم نام اچھا ہے کہ اس میں ایک رعایت ہے، شاہ محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ کے نام کی۔ مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ ان کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے؟ یہ بے ادبی اچھی نہیں۔ میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔

شہر کا حال کیا جانوں کیا ہے؟ "پون ٹوٹی" کوئی چیز ہے، وہ جاری ہوگئی ہے۔ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں، جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دکانیں حویلیاں ڈھائی جائیں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھے گا۔ دونوں طرف سے پھاوڑا چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔

حاکم اکبر کی آمد سُن رہے ہیں۔ دیکھیے وِلّی آئیں یا نہیں؟ آئیں تو دربار کریں یا نہیں؟ دربار کریں تو مَیں گنہ گار بلایا جاؤں یا نہیں؟ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں؟ پنسن کا تو نہ کہیں ذکر ہے، نہ کسی کو خبر ہے۔

سوالات:

i. اس عبارت کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: نصیر الدین کی بیٹی کا نام عظیم النساء تجویز کیا گیا۔ مجتہد العصر کو دُعا کہلائی گئی اور ان کی تعظیم پر زور دیا گیا۔ انگریزوں کی آمد کے بعد شہر کی نہ گفتہ بہ حالت کا ذکر ہے اور حاکمِ وقت کا انتظار ہے۔

ii. عبارت کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: نصیر الدین کی بیٹی کا نام شاہ محمد عظیم کی نسبت سے عظیم النساء بیگم رکھا گیا اور میرن صاحب کے لیے مجتہد العصر ہی استعمال کریں ان کو دُعا اور میری طرف سے پیار۔ شہر کا حال یہ ہے کہ اناج اور اُپلے کے سوا ہر چیز پر محصول ہے۔ شہر کی حویلیاں اور دکانیں ختم کر کے ہر طرف پھاوڑا چلایا جا رہا ہے۔ حاکم اکبر کی آمد کی خبر سن رہے ہیں دیکھیے کب تک متوقع ہے۔

iii. عبارت میں کس کو دعا و پیار کہا جا رہا ہے؟

جواب: عبارت میں مجتہد العصر جناب میرن صاحب کو سلام اور دُعا و پیار کہا جا رہا ہے۔

iv. کون سی بے ادبی اچھی نہیں؟

جواب: مصنف کے نزدیک میر نصیر الدین کو اپنے چھوٹے بھائی کو مجتہد العصر نہ کہنا بے ادبی ہے اور یہ بے ادبی اچھی نہیں۔

v. کن چیزوں پر محصول نہیں لگا تھا؟

جواب: اناج اور اُپلے پر محصول نہیں لگا تھا۔

vi. "دار البقا فنا ہو جائے گی" سے کیا مراد ہے؟

جواب: قائم رہنے والا شہر اور پر رونق شہر فنا یعنی برباد ہو جائے گا۔

vii. عبارت میں کس کی آمد کا ذکر ہے؟

جواب: عبارت میں حاکم اکبر کی آمد کا ذکر ہے۔

viii. عبارت میں کس نام کو اچھا کہا گیا ہے؟

جواب: عبارت میں ہمیشہ قائم رہنے والی ذات اللہ تعالیٰ کے نام کو اچھا کہا گیا ہے۔

ix. شہر کا کیا حال ہے؟

جواب: شہر کا حال بہت برا ہے، محصول جاری کر دیا گیا ہے اور سوائے اناج کے کوئی چیز اس سے مستثنٰی نہیں ہر طرف توڑ پھوڑ اور کُھدائی کر کے عمارات گرا دی گئی ہیں۔

(ب) حصہ شعر:

درج ذیل اشعار کو غور سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالات میں پانچ کے جوابات لکھیں: **(5 x 2 = 10)**

i.	زمانے کو اب اپنی منزل مبارک	کہ اِک خضرِ صدرہ گزار آگیا ہے
ii.	جب کوئی ذکر گردشِ ایّام آگیا	بے اختیار لب پہ تیرا نام آگیا
iii.	بات یہ ہے کہ سکونِ دل وحشی کا مقام	کنجِ زنداں بھی نہیں، وسعت صحرا بھی نہیں
iv.	رونقیں ہی رونقیں ہیں، جس طرف بھی دیکھیے	چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شغال
v.	میاں شُتر نئی گاڑی لیے سفر کو چلے	مجھے خوشی ہے کہ تم آگئے پہاڑ تلے

سوالات:

i. خضرِ صدرہ گزار سے کون مراد ہے؟

جواب: خضرِ صدرِاہ گزار سے مراد نبی پاکؐ کی ذات ہے۔

ii. بقول شاعر گردشِ ایّام سے کیا ہوا؟

جواب: گردش ایّام سے مراد انسان کی قسمت میں آنے والے وہ دن جو مشکلات اور دشواریوں سے بھرپور ہوتے ہیں۔

iii. شاعر کے مطابق دل وحشی کا مقام کہاں نہیں ہے؟

جواب: شاعر کے مطابق سکونِ دل وحشی کا مقام کنجِ زنداں یعنی قید خانے کے گوشے اور وسعتِ صحرا یعنی وسیع صحرائی علاقے میں بھی نہیں ہے۔

iv. شام ہوتے ہی کیا ہوتا ہے؟

جواب: شام ہوتے ہی شغال یعنی گیدڑ سڑک پر چیخنے لگتے ہیں۔

v. شاعر کو کس بات کی خوشی ہے؟

جواب: شاعر کو اس بات کی خوشی ہے کہ اونٹ پہاڑ تلے آگیا ہے یعنی اس پر شادی کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔

vi. میاں شُتر کہاں چل رہے ہیں؟

جواب: میاں شُتر گاڑی لیے نئے سفر پر چل رہے ہیں اور یہ سفر ان کی شادی کا ہے۔

(ج) حصہ قواعد:

مندرجہ ذیل میں سے تین اجزا کے جوابات لکھیں۔ **(3 x 2 = 6)**

i. شمع پر روضۂ اقدس کی جو گرتے ہیں پتنگ — پرِ جبرئیلؑ کی کانوں میں صدا آتی ہے

اس شعر میں استعمال ہونے والی صنعت کی نشاندہی کریں۔

جواب: اس شعر میں صنعتِ تلمیح کا استعمال کیا گیا ہے۔ پرِ جبرئیلؑ سے مراد حضرتِ جبرائیل امین کے پَر ہیں۔

ii. مسدس ترکیب بند نظم کی تعریف لکھیں۔

جواب: مسدس ترکیب بند میں پہلے چار مصرعے میں ایک ردیف اور قافیہ کا استعمال ہوتا ہے جب کہ آخری دو مصرعوں کا قافیہ اور ردیف ابتدائی چار سے مختلف ہوتا ہے۔

iii. "ٹھنڈا پانی خُدا کی نعمت ہے۔" اس جملے کی ترکیب نحوی کیجیے۔

جواب: "ٹھنڈا پانی" مسند الیہ — "خُدا کی" متعلق خبر — "نعمت" مسند — "ہے" فعلِ ناقص

iv. مثال دے کر کنایہ کی تعریف لکھیں۔

جواب: کنایہ علمِ بیان میں وہ کلمہ ہے جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہوں وہ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکیں۔ بالوں کی سفیدی کنایہ کی مثال ہے جس میں بڑھاپے کی طرف اشارہ ہے۔

حصہ سوم (کل نمبر 30)

سوال نمبر3: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک پیراگراف کی تشریح کریں: (5)

الف۔ چین پر کون سا غیر ملکی استعمار مسلط تھا، یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے۔ سفید قومیں خوب جانتی تھیں اور جانتی ہیں کہ ایشیا میں چین ہی ایک ایسا ملک ہے کہ اگر وہ بیدار ہو گیا تو ان سفید قوموں کے لیے باعثِ خطرہ ہو گا۔ جس طرح ایشیا اور افریقہ مغرب کے سفید فاموں کی گرفت میں ہیں۔ ہو سکتا ہے اور ضرور ہو سکتا ہے کہ کل چین کی بیداری اور طاقت اس گرفت کو ڈھیلا ہی نہ کر دے، بلکہ غلامی کی زنجیروں کو کاٹ کر پھینک دے اور ایشیا اور افریقہ آزادی کا سانس لے سکیں۔

جواب: **تشریح:**

آزادی سے قبل براعظم ایشیا اور افریقہ کے دیگر ممالک کی طرح چین بھی غیر ملکی سفید فام اقوام کے تسلّط میں تھا۔ اس وقت کی غلام چینی حکومت نے غیر ملکی قابض طاقتوں کی مداخلت اور ان کے دباؤ کی وجہ سے قدیم طبی سرمائے کو خلاف قانون قرار دیتے ہوئے اپنی عوام کو اس مفید طب سے محروم کر دیا تھا جو نہ صرف چینی قوم کا ایک عظیم ورثہ تھا بلکہ ایک ایسی عظیم دولت تھی جس کی بدولت چین نے نہ صرف اپنی عوام کو مختلف بیماریوں سے بچا رکھا تھا بلکہ دنیا بھی ان کے علم سے فیض یاب ہو رہی تھی۔ اور اس وقت کی حکومت کے اس غلط فیصلے کے نتیجے میں چین میں مہلک امراض پھیلنے لگے اور یوں ملکی ترقی کی راہ میں ایک دم ہی بڑی رکاوٹیں نمودار ہونے لگیں۔ لیکن آہستہ آہستہ چین کی عوام کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ انہیں اپنی بقا کے لیے غیر ملکی طاقتوں سے مقابلہ کرنا ہو گا۔

؎ اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی　　　جس رزق سے آتی ہو، پرواز میں کوتاہی

چینی عوام کے اس شعور نے انہیں آزادی عطا کی اور موجودہ حکومت نے اپنے قدیم طبی ورثے کی حفاظت کے پیشِ نظر اس کی اہمیت اور افادیت کو سمجھتے ہوئے اس پر لگی پابندیاں ہٹالیں۔ یوں ملکی جڑی بوٹیاں پھر سے کام آنے لگیں اور اطباء کا معاشی بحران بھی دور ہو گیا۔

؎ نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا　　　کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

زیرِ نظر عبارت میں ان سفید فام قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جو چین میں آکر آباد ہو گئے تھے اور آہستہ آہستہ چین پر اپنا تسلط اور مداخلت بڑھاتے جا رہے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہ غیر ملکی طاقتیں جو چین میں آکر آباد ہوئیں۔ یہ لوگ کون تھے؟ یہ بات روزِ روشن کی طرح سب پر واضح ہے۔ یہ یورپی طاقتیں تھیں جو پورے ایشیا اور افریقہ پر مسلط ہونے کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ ان اقوام کو بخوبی اس بات کا اندازہ تھا کہ یہ وہ قوم ہے جو نہ صرف محنتی ہے بلکہ ایماندار اور بااصول بھی ہے۔ لہٰذا براعظم ایشیا میں چین ہی ایسا ملک ہے جو اپنی انتھک محنت، قدیم علمی ورثے کی وجہ سے ان سفید فام قابض اقوام کی ترقی اور اجارہ داری کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔

؎ عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں　　　کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا، مہہِ کامل نہ بن جائے

اس وقت سفید فام براعظم ایشیاء اور افریقہ میں اپنا عمل دخل بڑھا چکے تھے اور اب انہیں ڈر تھا کہ اگر چین پھر سے شعوری طور پر بیدار ہو گیا اور متحرک ہو گیا تو ان کے اختیارات ختم ہو جائیں گے اور شاید پورے ایشیا کی حکمرانی کا خواب ادھورا رہ جائے۔ چین ان سے زیادہ طاقتور ہو کر غلامی کی زنجیروں کو کاٹ ڈالے گا۔

چینی قوم نے اپنی محنت اور عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے قدیم ورثے کو مغرب کے تسلط سے آزاد کر کے دنیا پر چھا جانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر　　　ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

ب۔ امی جان نے جانے کب سے تین روپے جوڑ کر رکھے تھے، سو نکال کر دیے کہ تم عقیل کو ساتھ لے کر چلی جاؤ۔ عقیل بچہ ہی سہی لیکن ہے تو لڑکا۔ بس یہی ان کی یہی بات تو مجھے زہر معلوم ہوتی ہے۔ جانے وہ لڑکیوں کو کیا سمجھتی ہیں۔ مَیں نے ان سے پوچھا کہ مَیں کیا کوئی لڈو پیڑا ہوں، جو کوئی کھالے گا اور عقیل کو دیکھ کر ڈر کے مارے اُگل دے گا۔ آخر سلمٰی اور رضیہ بھی تو لڑکیاں ہیں۔ کیسے مزے میں تنہا سفر کیا کرتی ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ بھئی! وہ بڑے آدمی کی لڑکیاں ہیں۔

جواب: **تشریح:**

زیرِ نظر نثر پارے میں مصنف نے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی کا ذکر کیا ہے جو اپنے چچا کی عیادت کے لیے دوسرے شہر کے سفر کا ارادہ کر رہی تھی۔ اس کے چچا نے لڑکی کے والد کی وفات کے بعد ہمیشہ ان کی کفالت کی تھی۔ ہمارے مذہب اسلام میں یتیموں کی پرورش اور نگہداشت کی خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیثِ قدسی ہے:

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے، پھر اپنی شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کشادہ کیا"۔ (صحیح بخاری)

یعنی آپؐ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت سے نوازا۔ اسلام کی انہی تعلیمات کے نتیجے میں اکثر باایمان لوگ اپنے خونی رشتوں کے حوالے سے یتیموں کی کفالت کرتے ہیں۔ لڑکی کے چچا نے ہمیشہ ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔

اب اس موقع پر جب کہ وہ بیمار تھے تو لڑکی کی والدہ نے اپنی بیٹی کو کہا کہ اس وقت ان کے گھر سے کسی فرد کا ان کی عیادت اور تیمارداری کے لیے جانا اخلاقی فرض بنتا ہے، تاکہ ان کو یہ احساس نہ ہو کہ مشکل وقت میں کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ یوں بھی بیمار کی عیادت کا بہت ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"جو کسی مسلمان کی عیادت صبح کرے گا تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کو مریض کی عیادت کرے گا، تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں۔" (سنن ترمذی)

بس یہی سوچ کر لڑکی نے خود ان کی عیادت کے لیے جانے کا فیصلہ کیا۔ والدہ نے تنگدستی کے باوجود کفایت شعاری سے کچھ رقم جوڑ کر رکھی تھی۔ وہ تین روپے لڑکی کو دیئے اور ساتھ ہی اس کے چھوٹے بھائی عقیل کو اس کے ساتھ بھیجنا چاہا تاکہ وہ حفاظت سے سفر کر سکے۔ ہمارے معاشرے کی عمومی روایات کے پیشِ نظر زندگی کے ہر میدان میں عورت کے لیے مرد کا سہارا ہونا ضروری ہے۔

لڑکی کو یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی کہ لڑکی ہونے کے ناطے اسے کمزور سمجھا جائے۔ اس نے ماں سے سوال کیا کہ وہ کوئی لڈو پیڑا تو نہیں کہ کوئی نگل لے اور اس کے بھائی کو دیکھ کر اسے اگل دے۔ یعنی وہ ایسی کمزور نہیں کہ جس کا دل چاہے اسے نقصان پہنچا دے وہ یہی بات اپنی ماں کو سمجھانا چاہتی تھی۔ اس سلسلے میں لڑکی نے اپنے محلے کی دو لڑکیوں کا حوالہ دیا جو تنہا سفر کیا کرتی تھیں اور کوئی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

عبارت کے آخر میں ہمارے معاشرے کی طبقاتی تقسیم اور عمومی معاشرتی رویوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ غریب اور امیر کی حیثیت کے اثرات بتائے گئے ہیں، لڑکی کی ماں نے بیٹی کو سمجھایا کہ وہ امیر لڑکیاں ہیں یعنی ان کی حفاظت کرنے والے زور آور اور امیر لوگ ہیں۔ لوگ ان کی امارت کو دیکھ کر ویسے ہی مرعوب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی انہیں تنگ کرنے کی ہمت نہیں کرتا، یہ تو غریب لڑکیوں کا مسئلہ ہے کہ لوگ انہیں بے بس اور تر نوالہ سمجھ کر نگلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غرضیکہ اس عبارت میں بیمار کی مزاج پرسی، احسان کا بدلہ احسان اور معاشرے کی طبقاتی تقسیم اور ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سوال نمبر4: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک نظمیہ جزو کی تشریح کیجیے: (5)

الف۔ غریبوں کی جاں کو، یتیموں کے دل کو سکوں ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے

اُصولِ محبت ہے، پیغام جس کا وہ محبوبِ پروردِگار آ گیا ہے

اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا

یقیں ہو گیا، اعتبار آ گیا ہے

جواب: **تشریح:**

ان اشعار میں شاعر نبی کریمؐ کی آمد کے بعد دنیا میں رونما ہونے والی مثبت تبدیلیوں کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ آمدِ رسولؐ سے غریبوں کی جاں کو سکوں ملا اور یتیم طبقہ مایوسی کے اندھیروں سے نکلا کیونکہ اس عظیم ہستی کو یتیم پیدا کیا گیا اور یتیم کا درد محسوس کرنے والا بنایا گیا۔ آمدِ اسلام سے پہلے کوئی یتیم ہو جاتا تو اس کی قسمت میں در در کی ٹھوکریں ہوتیں۔ نبی پاکؐ نے اس روایت کو ختم کر کے محبت کا پرچم سربلند کیا اور یہ پیغام دیا:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

نبی پاکؐ وہ مقدس اور بابرکت ہستی ہیں جس نے فسق و فجور میں پڑے مسلمانوں کو محبت و شفقت کا درس دیا، آپس میں بٹے ہوئے گروہوں کو اخوت و بھائی چارے کا پیغام دیا۔ اسلام کی بنیاد محبت اور آپسی بھائی چارے پر رکھی۔ بے شک رحمتوں اور محبتوں کی یہ کڑی وجودِ محمدؐ سے ملتی ہے۔

آیتِ قرآنی ہے: "بے شک آپؐ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔"
بلاشبہ رحمت کا یہ سلسلہ روزِ قیامت تک جاری رہے گا۔ شاعر کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی اور دنیا کو حسن عطا کیا جس کی وجہ اس نے اپنی محبوب ہستی یعنی نبی پاکؐ بتائی اور محبت کے اصولوں پر دینِ اسلام قائم کیا اور اسی بنیاد پر انسان کا دوسرے انسان سے رشتہ قائم کیا انسان کو اپنا آپ پہچاننے کے لیے نبی پاکؐ کی زندگی اور قرآنِ کریم سے مدد لینی چاہیئے کیونکہ آپؐ کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ ہے۔

ے طوفانِ زندگی کا سہارا تمہی تو ہو دریائے مغفرت کا کنارہ تمہی تو ہو

ب۔ کہیں یہ قتل سیاست کا نتیجہ تو نہیں؟ مرنے والا کسی لیڈر کا بھتیجا تو نہیں؟
کہیں اس قتل کے پیچھے کوئی رومان نہ ہو؟ کہیں یہ قتل کسی نظم کا عنوان نہ ہو؟
کہیں بیمارِ غمِ دل تو نہیں تھا یہ گدھا؟
کہیں خود اپنا ہی قاتل تو نہیں تھا یہ گدھا؟

جواب: تشریح:

درج بالا شعر طنزیہ شاعری کا حصہ ہے طنز و ظرافت کا پہلو شاعری میں نمایاں کرنا طنز برائے تنقید کے بجائے طنز برائے اصلاح کے لیے ہوتا ہے، شاعر نے اس شعر میں گدھے کو بطور علامت استعمال کیا ہے اور اشارہ ان اعلیٰ عہدیداروں کی طرف ہے جو کہ خصائل و عادات کے اعتبار سے تو گدھے سے کسی طور کم نہیں ہوتے لیکن قسمت انہیں کسی اونچے مرتبے پر فائز کر دیتی ہے۔ زیادہ تر ایسے نااہل لوگ سیاست کا حصہ ہوتے ہیں اور اپنی کم عقلی کی وجہ سے ایسے کام سرانجام دیتے ہیں جو درست نہیں ہوتے شاعر نے گدھے کے قتل کی خبر سنی تو اس نے قیاس آرائی کی کہ کہیں یہ قتل سیاست کا نتیجہ نہ ہو یا ہو سکتا ہے مرنے والے کا تعلق کسی نامی گرامی شخصیت یا سیاستدان سے نہ ہو جن کی وجہ سے ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔

ے بربادِ گلستاں کرنے کو ایک ہی الّو کافی تھا ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہو گا۔

شاعر دوسرا خدشہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کہیں گدھے کا قتل کسی رومان کی وجہ سے نہ کیا گیا ہو کیونکہ گدھا اپنی عادات کی وجہ سے دوسرے جانوروں میں خاصا بدنام ہے یعنی اس میں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اس پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے تو کیوں، بس اس کو سمجھ ہے تو اتنی کہ اس نے بوجھ اٹھانا ہے اسی طرح اسے عقل نہیں کہ کہاں دل لگانا ہے اور کہاں احتیاط برتنی ہے اسی بنا پر قتل بھی کیا جا سکتا ہے یا شاعر کے نزدیک گدھا ان نظمیہ عنوان کی مانند ہے جو بے مقصد ہی لکھی جاتی ہیں۔
شاعر کے نزدیک لازم نہیں ہے کہ اسے قتل ہی کیا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے اسے دل کی ایسی بیماری لگ گئی ہو جس کی وجہ سے اس کا زندہ رہنا ممکن نہ رہا ہو یعنی گدھے کے قتل کی وجہ جو بھی ہو اصل مدعا یہ ہے کہ ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے کہ قابل اور اہل افراد اوپر آئیں نہ کہ خَر کی خصوصیات رکھنے والے۔

ے شہرِ طلب کرے تم سے علاج تیرگی صاحبِ اختیار ہو آگ لگا دیا کرو

سوال نمبر5: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک غزلیہ جزو کی تشریح کیجیے: (5)

الف۔ ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں
یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق مگر اے دوست، کچھ ایسوں کا ٹھکانا بھی نہیں

جواب: تشریح:

ان اشعار میں شاعر نے عشقِ حقیقی و مجازی دونوں رنگوں میں اپنا مدعا بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عاشق کی فطرت بھی عجیب ہوتی ہے۔ گھڑی گھڑی انداز بدلتی ہے کبھی تو یہ عشق اتنا منہ زور ہو جاتا ہے کہ محبوب کے سوا اور کچھ سوجھتا نہیں اور کبھی یہ صورتحال ہوتی ہے کہ مدت گزر جاتی ہے پھر بھی محبوب کی یاد نہیں آتی کیونکہ غمِ دوراں، غمِ جاناں پر غالب آ جاتا ہے۔

ے نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

اس شعر کو حقیقت کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ خدا سے مخاطب ہو کر اپنی غفلت کا اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ گرچہ بندۂ خدا کا پہلا فریضہ یادِ الٰہی ہے مگر افسوس کہ انسان دنیا کی رنگینیوں میں اس قدر محو ہے کہ عرصوں گزر جاتے ہیں مگر وہ اپنے رب کو یاد نہیں کرتا۔ کاروبارِ حیات میں الجھ کر وہ اپنے خدا کو بھلا بیٹھتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان نے اللہ کی یاد کو مکمل فراموش کر دیا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان اللہ سے رابطہ جوڑ کر ہی فلاح پا سکتا ہے۔

ے دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

اس شعر میں شاعر نے دیوانۂ عشق کی ترکیب استعمال کر کے عاشق کی ذہنی حالت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ عشق میں مبتلا لوگ یوں تو ہر دکھ درد خاموشی سے جھیل جاتے ہیں چپکے چپکے محبوب کی یاد میں سلگتے رہتے ہیں اس کے ظلم و ستم کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں، اپنی تصورات کی دنیا محبوب کی یادوں سے آباد رکھتے ہیں اور کوئی شکوہ زبان پر نہیں لاتے، ہنگامے اور شور ہنگامے سے دور رہتے ہیں۔
اگرچہ عاشق محبوب کے ظلم و ستم اور ناروا سلوک کو خاموشی سے اپنی جان پر سہتا ہے۔ آہ و بکا اور نالہ و فریاد نہیں کرتا۔ قلبی کیفیات پر واویلا نہیں مچاتا لیکن شاعر کے مطابق ان دیوانوں کا کوئی بھروسہ نہیں کہ یہ کس لمحے دل کی بے قراری سے عاجز آ جائیں، عشق و جنون میں بے قابو ہو کر ہنگامے برپا کر دیں جیسے مجنوں لیلیٰ کے بچھڑنے پر دیوانہ وار گلیوں میں پھرتا تھا لوگ اس پر پتھر برساتے پھر بھی وہ سہہ جاتا لیکن جب کبھی عشق کا جنوں سر چڑھتا تو وہ ایسا ہنگامہ اُٹھاتا کہ لیلیٰ کی گلیوں کے مکیں حیران رہ جاتے شاعر عشق کی اسی انتہائی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں۔

ے تیرے تصور نے مجھ کو وہ جنوں بخشا کبھی ہنسا، کبھی رویا، کبھی چُپ رہا

ب۔ جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں
تھے کتنے ستارے کہ سرِ شام ہی ڈوبے ہنگامِ سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں

جواب: **تشریح:**

ان اشعار میں شاعر نے چراغوں کو موضوع بنایا ہے کہ انسان کی امید، آرزو اور خواہشات کے چراغ روزِ ازل سے جل رہے ہیں۔ انسان روزِ اول سے خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہے انسان جب دنیا میں آیا اور اس نے دن کی روشنی کے ساتھ جب اندھیرے کو پایا تو چراغ بنا ڈالا جو اپنی دھیمی لو سے اندھیرے کا پردہ چاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ دیے کی قسمت میں ازل سے جلنا لکھا جا چکا ہے۔

ے بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

دوسرے مصرعے میں شاعر دل کے کنول کا ذکر کرتے ہیں کہ کنول سے مراد دل میں کھلنے والی خوشیوں، مسرتوں اور خوشحالی کے پھول ہیں جن کے کھلنے کا انسان ازل سے منتظر ہے، شاعر اپنی بدقسمتی پر شکوہ کناں ہیں کہ میرا دل قندیل کی طرح ہے جو کہ پوری طرح جل کر شعلہ بنتی ہے نہ بجھ کر چھٹکارہ پاتی ہے بلکہ سلگنے کی کیفیت سے دوچار ہے۔ زندگی کے غم دکھوں کے اس الاؤ کو بجھنے نہیں دیتے۔ شاعر آرزومند ہے کہ یا تو دل جل کر فنا ہو جائے یا دکھوں سے بیگانہ ہو جائے۔

ے شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے دل ہے گویا چراغ مفلس کا

دوسرے شعر میں شاعر دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے، وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا، موت اٹل حقیقت ہے جو کسی کو نہیں بخشتی، موت ظالم اور بے رحم ہے سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"زمین میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے۔ ایک خدا کی عظمت اور بڑائی والی ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔"

شاعر کہتا ہے کہ آسمان کی وسعتوں میں کتنے ہی ستارے نمودار ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی آب و تاب سے آسمان پر چمکنا ہوتا ہے دنیا کو منور کر کے خوبصورتی اور رنگینی سے لطف اٹھانا ہوتا ہے مگر وہ شام ہوتے ہی ڈوب جاتے ہیں رات کی رنگینی کو دیکھ نہیں پاتے، بالکل اسی طرح سورج جو بڑی شان سے صبح ہوتے ہی آسمان کی فضاؤں کو رونق بخشتا ہے، دن کے اجالے کی خبر لاتا ہے اگر صبح ہونے سے پہلے ہی ڈھل جائے تو کس قدر تکلیف کا باعث ہے، بالکل اسی طرح انسان کی بھی مثال ہے کہ انسان کی عمر چاہے پوری ہو نہ ہو جب اس کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو وہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، کتنے ایسے نوجوان تھے جنہوں نے تاروں کی مانند آسمان پر چمکنا تھا اور سورج کی مانند دنیا کو روشن کرنا تھا مگر موت کے سرد پنجوں کے آگے وہ بے بس ہو گئے اور دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر موت کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔

ے دنیا عجب مرحلہ بے ثبات ہے ہر اک ذی حیات کو آخر ممات ہے

سوال نمبر6: بنیادی مرکز صحت کے قیام کے لیے ہیلتھ منسٹر کے نام درخواست لکھیں۔ (5)

جواب: **درخواست**

بخدمت جناب ہیلتھ منسٹر صاحب، محکمہ صحت پنجاب، ا۔ب۔ج۔

عنوان: **بنیادی مرکز صحت کے قیام کے لیے درخواست**

جنابِ عالی!

نہایت ادب سے التماس ہے کہ ہمارا تعلق ضلع د۔ڈ۔ذ کے ایک دور افتادہ گاؤں سے ہے جو چار ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ ہمارا علاقہ صحت کی بہت سی بنیادی سہولیات سے محروم ہے جس کی وجہ سے ہمیں قدم قدم پر گوناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ادر گرد کے دیہات میں کوئی مرکزِ صحت نہیں جہاں سے طبی امداد حاصل کی جاسکے اور قریب ترین ہسپتال ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ہمارے گاؤں میں چند عطائی دستیاب ہیں جن کے رحم و کرم پر گاؤں کی پوری آبادی ہے۔ کسی وبا کے پھوٹ پڑنے پر بہت سی قیمتی جانیں محض علاج مہیانہ ہونے کے باعث جان سے ہاتھ دھو سکتی ہیں۔ مزید یہ کہ معمولی زخموں کی حالت بنیادی طبی سہولت کی عدم دستیابی کی وجہ سے ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے۔

اس صورتِ حال کے تناظر میں آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں میں مرکزِ صحت کے قیام کے احکامات جاری فرمائیں تاکہ ہمارے گاؤں کے ساتھ ساتھ دیگر ملحقہ دیہات کے مکین بھی صحت کی سہولیات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ یہ اہلِ دیہہ پر آپ کا احسانِ عظیم ہو گا اور ہم تا زیست آپ کے لیے دعاگو رہیں گے۔ آپ کی عین نوازش ہو گی۔

ملتمس

ا۔ب۔ج۔

بتاریخ: ۱۵ اپریل ۲۰۲۲

سوال نمبر7: اشارات کی مدد سے مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر پانچ سو سے چھ سو الفاظ پر مشتمل مضمون لکھیں۔ (10)

الف۔ طالب علم کے فرائض:

i. طالب علم کا اولین فریضہ

ii. نصاب پر عبور

iii. اصولوں اور وقت کا پابند

iv. ہم نصابی سرگرمیاں

v. ملکی و قومی ترقی میں کردار

جواب: **مضمون:**

طالب علم کے معانی، جیسا کہ اس لفظ سے ظاہر ہے یہ ہیں کہ ایک ایسا فرد یا شخص جو علم کی طلب رکھتا ہو۔ اسے سیکھے اور حاصل کرے یوں تو ہر وہ شخص طالب علم ہے جو علم حاصل کرے، خواہ وہ عمر کے کسی حصہ میں ہو، لیکن اصطلاحی طور پر طالب علم سے وہ بچہ یا نوجوان مراد ہے جو کسی سکول، کالج یا یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہو، اس میں لڑکے بھی شامل ہیں اور لڑکیاں بھی۔

ایک طالب علم کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ علم کی سچی طلب، لگن، جستجو اور شوق رکھتا ہو۔ علم اس کی زندگی کا حاصل ہو، وہ حصولِ علم کے لیے کوئی کسر اٹھانہ رکھے۔ اسے اس بات کا شعور و ادراک ہونا چاہیے کہ علم ہی سے شرفِ انسانیت ہے اور یہی زیورِ انسانیت ہے۔ قرآن مجید میں رسول اکرمؐ کو یہ دعا سکھائی گئی کہ "اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔" سب سے پہلے وحی میں فرمایا گیا! اِقرأ: یعنی پڑھیے۔ حدیثِ رسولؐ ہے کہ "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقررہ نصاب پر پوری طرح حاوی ہو۔ وہ اسے سمجھنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کرے اور اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں انھیں اپنے اساتذہ کی رہنمائی میں حل کرے۔ وہ نہ صرف متعلقہ و مقررہ کتب کا مطالعہ کرے بلکہ اپنے مطالعہ کے دائرہ کو وسیع تر کرے اور مختلف ذرائع سے معلومات فراہم کرے، صحیح معنوں میں اپنے اندر علمی قابلیت، صلاحیت اور ذوق پیدا کرے۔

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ مضامین کے انتخاب کے سلسلے میں اپنی پسند، ذوق، میلان اور استعداد کا لحاظ رکھے۔ غلط مضامین کا انتخاب اس کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ جب وہ ایک دفعہ اپنی پسند اور ذوق کے مطابق مضامین منتخب کرے تو پھر پوری یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ ان میں

مہارت حاصل کرے۔ یہ مضامین ایسے ہونے چاہیے جو مناسب اناوین رکھتے ہوں اور علمی زندگی میں کام آئیں۔ ان مضامین کے انتخاب میں اسے اپنے اساتذہ، والدین اور ماہرین سے بھی رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کا پورا پورا احترام کرے۔ جو طالب علم اپنے اساتذہ کا ادب واحترام نہیں کرتا وہ کبھی علم کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور نہ وہ دنیا میں سرخروئی ہی حاصل کر سکتا ہے۔ حدیثِ رسولؐ ہے کہ "انسان کے تین باپ ہیں: اس کا والد، سسر اور استاد"۔ استاد روحانی باپ ہوتا ہے۔ بلکہ ایک لحاظ سے استاد کا درجہ حقیقی باپ سے بھی بلند تر ہے۔ کیونکہ باپ تو اولاد کی مادی وجسمانی پرورش کرتا ہے لیکن استاد اپنے شاگرد کی اخلاقی، روحانی اور تعلیمی تربیت کرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بڑے ہمیشہ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ علامہ اقبال اپنے استاد مولوی میر حسن کا ایسا ہی ادب واحترام کرتے تھے جیسا کہ ایک عقیدتمند مرید اپنے روحانی پیشوا کا کرتا ہے۔

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ جس ادارے میں زیرِ تعلیم ہے، اس کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کرے اس کے اصولوں، قوانین اور روایات کا احترام کرے اور اپنے ادارے کے تقدس اور وقار کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ اسی میں اس کی اپنی قدر ومنزلت ہے۔

ے جس قوم کے بچے نہ ہوں خوددار وہنر مند　　اس قوم سے تاریخ کے معمار نہ مانگو

طالبِ علم کا فرض ہے کہ اعلیٰ سیرت واخلاق کا مالک ہو۔ وہ اپنے دین ومذہب کا سچا پیروکار ہو۔ اپنی ملّی روایات اور اصول واقدار کا پابند ہو۔ والدین اور بزرگوں کا احترام کرے۔ سیرت واخلاق کی اصلاح کے بغیر تعلیم بے مقصد اور لاحاصل ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ ہر قسم کی بری اور ناپسندیدہ صحبت سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

ے جو پایا علم سے پایا بشر نے　　فرشتوں نے بھی وہ پایا نہ پایا

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ وقت کی قدر وقیمت اور اہمیت کو سمجھے اور اسے رائیگاں نہ جانے دے۔ وقت ایک دولت اور بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے قیمتی وقت کے ایک ایک لمحے کا استعمال کرے اور اپنی زندگی حصولِ علم کے لیے وقف کردے۔ یہی وقت ہے کہ وہ اپنا مستقبل سنوار سکتا ہے۔

ے گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں　　سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ محض کتابی کیڑا نہ رہ جائے بلکہ دیگر ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے اسے کھیلوں میں بھی حصہ لینا چاہیے۔ تاکہ اس کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کی صحیح نشوونما ہو سکے۔ اسے سکاؤٹنگ، تقاریر، بحث ومباحثہ اور ڈراموں وغیرہ میں بھی حصہ لینا چاہیے تاکہ اس کی شخصیت کی مکمل نشوونما ہو سکے اور اس کی زندگی میں توازن پیدا ہو سکے۔

الغرض طلبہ کو اپنی صحت کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے ورزش بھی ضروری ہے، اسے متوازن غذا کا استعمال کرنا چاہیے۔ نیند پوری کرنی چاہیے اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ایک صحت مند دماغ ایک صحت مند جسم ہی میں ہوتا ہے۔

طالبِ علم کا فرض ہے کہ وہ امتحان میں نقل اور ناجائز ذرائع کا استعمال نہ کرے۔ نقال کے بڑھتے ہوئے رجحان سے معیارِ تعلیم بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ یہ ایک قومی المیہ ہے۔ جس کا مکمل قلعہ قمع ہونا چاہیے۔ یہ کس قدر افسوس ناک صورتِ حال ہے کہ طلبہ چاہتے ہیں کہ بغیر محنت کے ڈگری مل جائے اور بغیر ڈگری کے ملازمت مل جائے اس کے برعکس اسے اپنے صحیح استعداد پیدا کرنی چاہیے۔

الغرض طلبہ کو اپنی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز کرنی چاہیے۔ انھیں اپنے ملک کے مسائل وامور کا شعور واحساس تو ہونا چاہیے لیکن انھیں عملی سیاست سے گریز کرنا چاہیے۔ تاہم جب ملک وقوم پر کوئی نازک وقت آئے اور دشمن سے سامنا ہو تو پھر طلبہ کو بھی میدانِ عمل میں نکل کر ملکی سالمیت کے لیے کام کرنا چاہیے جس طرح تحریک پاکستان کے دوران طلبہ نے "قائدِ اعظم" کی رہنمائی میں حصول آزادی کے لیے ہراول دستے کے طور پر کام کیا۔

طلبہ کسی قوم کا سب سے بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ اس کی تعمیر وترقی، خوشحالی اور استحکام کا انحصار نوجوان طلبہ پر ہے۔ انھیں آگے چل کر مستقبل کی گراں بار ذمہ واریاں اپنے کندھوں پر اٹھانی ہیں۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ وہ ابھی سے اپنے آپ کو اِن عظیم ذمہ واریوں کے لیے تیار کریں۔

ب۔ والدین کی اطاعت:

i. مقام والدین
ii. قرآن وحدیث کی روشنی میں
iii. خدمت والدین
iv. والدین کے لیے دعا
v. اولاد کا فرض

جواب: مضمون:

حقوق دو طرح کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے وہ اگر اللہ چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہو سکتے جب تک بندے یہ حقوق معاف نہ کریں۔ حقوق العباد میں والدین کا حق سب سے مقدم ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ والدین اولاد کی پیدائش، پرورش اور دیکھ بھال کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ والدین کے بغیر بچے کی صحیح پرورش اور تربیت نہیں ہو سکتی یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ تمام جانداروں میں انسان کے بچے کی پرورش اور دیکھ بھال سب سے مشکل کام ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ محض گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ وہ پروان چڑھنے کے لیے کئی برس تک والدین کی پرورش اور دیکھ بھال کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی لیے والدین کا بڑا مقام ہے۔

قرآن مجید میں والدین کی اطاعت، خدمت اور حسنِ سلوک پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور تیرے رب کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تمھارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو اور مت جھڑکو اور ان سے عزت سے بات کرو۔"

پھر ارشاد ہوتا ہے:

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کی ہدایت کی ہے۔"

ایک اور موقع پر فرمایا: "اور میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی"۔

احادیثِ رسولؐ میں بھی والدین کی اطاعت و خدمت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "بڑے بڑے گناہ یہ ہیں خدا کا شریک بنانا، والدین سے بد سلوکی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا"۔

پھر فرمایا وہ شخص ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے، پھر ذلیل ہو جائے جس نے والدین کو دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں نہ گیا"۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

"باپ کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے اور باپ کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے۔"

ایک شخص رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے بڑھ کر حق دار کون ہے؟ آپؐ نے تین بار فرمایا تیری ماں اور چوتھی بار فرمایا تیرا باپ۔"

ایک دفعہ رسولِ اکرمؐ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے ہوئے تین مرتبہ "آمین" کہا صحابہؓ نے تعجب سے سبب پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرائیل میرے پاس آئے انھوں نے تین بد دعائیں دیں میں نے ان پر آمین کہا جس میں سے ایک یہ بھی تھی "وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت نہ کی"۔

ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ سے جہاد کی اجازت چاہی آپؐ نے فرمایا "کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟" وہ بولا "ہاں" ارشاد فرمایا کہ "جاؤ انہی کی خدمت میں (جہاد) کرو"۔

اگرچہ باپ کا بھی بڑا حق ہے لیکن ماں کا حق فوقیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ماں بچے کی خاطر باپ کے مقابلے میں زیادہ تکلیف اٹھاتی ہے سب سے پہلے تو وہ نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے یہ عرصہ اس کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر بچے کو جنم دیتی ہے پھر بچے کی پرورش کا مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی حق کے لحاظ سے ارشاد نبویؐ ہے "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"۔

بقول میر انیسؔ: "کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے"۔

والدین بچوں کی خدمت اور پرورش میں جو مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہیں بچوں کا فرض ہے کہ اپنی باری پر اپنا فرض ادا کریں بالخصوص ماں کی تکلیفوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ باپ اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے کتنی محنت کرتا ہے وہ اپنی بھوک پیاس اور آرام و آرائش پر بچے کی ضروریات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے بچوں کا فرض ہے وہ جوانی کی عمر کو پہنچیں اور والدین بوڑھے ہو جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہیں بلکہ نیک بدلہ دینے کی پوری کوشش کریں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ والدین کی خدمت کی جائے ان سے نیک برتاؤ کیا جائے اور نہ صرف ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے بلکہ ان کے جذبات و احساسات کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور ان کی پسند اور ذوق کو مدِ نظر رکھا جائے۔

اولاد کا فرض ہے کہ وہ والدین کی زندگی میں ان کے لیے دعائے خیر کرے اور وفات کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرے قرآن مجید میں ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ

"اے پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت سے مجھے بچپن میں پالا تھا"۔

یہ دعا نماز کا مستقل حصہ ہے ربنا اغفرلی ولوالدی

والدین اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی ان سے حسن سلوک کرنا چاہیے لیکن والدین کی اطاعت اس حد تک کرنی چاہیے کہ اس سے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ ہو اگر والدین کوئی حکم خلاف شریعت دیں تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے "اور اگر وہ تیرے در پر ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا مجھے کچھ علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی طرح ساتھ دیں۔

علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق کتاب بانگِ درا میں اپنی والدہ کی وفات پر ایک نظم لکھی ہے "والدہ مرحومہ کی یاد میں" اس نظم میں آپ نے فلسفہ موت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی والدہ سے گہری محبت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ میرا انتظار؟ کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟

خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا اب دعائے نیم شب میں کسے میں یاد آؤں گا

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

الغرض والدین اللہ کا خوب صورت انعام ہیں ہمیں انھیں راضی رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے ان کی طرف مسکرا کر دیکھیں تا کہ حج عمرے کا ثواب پائیں۔

* * * * *